دیوبند

وجہ تسمیہ اور قدامت

از جناب سید محبوب صاحب رضوی

دیوبند شمالی ہندوستان میں ۷۷ درجہ طول البلد اور ۳۰ درجہ عرض البلد اور دہلی سے ۹۵[ل] میل شمال کی جانب نارتھ ویسٹرن ریلوے پر واقع ہے، دیوبند بلحاظ قدامت تاریخی اہمیت اور علمی مرکز ہونے کے مشہور ترین شہروں میں سے ایک ہے، دیوبند کی شانِ قدامت اس کی عظمت دیرینہ کا پتہ دیتی ہے۔ اسکی جدید تاریخ نہایت تابناک اور قابل قدر کارناموں سے وابستہ ہے، کہا جاتا ہے کہ انسانی تمدن کے ابتدائی دور میں اس شہر کی بنیاد پڑی تھی جس کو کئی ہزار سال گزر چکے ہیں، آج سے پون صدی قبل دارالعلوم کے قیام نے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دئے، جس سے اس کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دیوبند کے قدیم تاریخی حالات معلوم کرنے کے لئے ایسے ذرائع جنھیں تاریخی نوعیت دی جاسکے قریب قریب معدوم ہیں، جب ہم تاریخی مواد فراہم کرنے کی جستجو کرتے ہیں اور منتشر واقعات پر غور و فکر کرنے کے لئے قابل اعتبار ذرائع پر نظر ڈالتے ہیں تو تحقیق کی تشنگی کا دور کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، ان حالات میں تاریخ نویس کا اپنے فرائض سے باحسن وجوہ عہدہ برآ ہونا ازبس دشوار ہے تاہم امکانی جدوسعی اور تفتیش سے جس قدر صحیح حالات اور واقعات معلوم اور دستیاب ہوسکے ہیں وہ

[ل] یہ فصل بخط مستقیم ہے ورنہ ریلوے لائن سے ۸۸ میل ہے۔

پیش کش ہیں۔

سببِ تسمیہ | میں متعدد اور مختلف روائتیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دیوبند کو پہلے دیوی بلاس کہتے تھے کیونکہ یہاں پر ایک مندر معروف بہ دیوی کنڈ اور ایک جنگل موسوم بہ بلاس واقع تھے، ان دونوں پر سندری دیوی کا تصرف اور قبضہ تھا۔[1]

۱۸۶۸ء میں پنڈت نند کشور ڈپٹی کلکٹر میرٹھ نے ضلع سہارن پور کی تاریخ لکھی ہے، اس میں سببِ تسمیہ کی نسبت لکھا ہے کہ:-

۲۔ "وجہ تسمیہ قصبہ میں بہت سی روایات زبان زد ساکنین قصبہ کے ہیں، اگر قرین قیاس وجہ تسمیہ کے یہ معلوم ہوئی کہ پہلے اس موقع پر جنگل لق و دق تھا، ایک مکان معروف دیوی کنڈ اور دوسرا جنگل بلاس اس موقع پر واقع تھے، ان دونوں مکانوں کے سبب سے بنام نہاد دیوبند مشہور ہوا، پہلے اس مقام کو دیبی بن کہتے تھے بکثرت استعمال سے دیوبند ہو گیا۔

۳۔ بعض کا قول یہ ہے کہ سلیمان پیغمبر نے اس قلعہ میں دیوؤں کو بند کیا ہے اس واسطے دیو بند نام ہے کس واسطے کہ ہندی میں "دیو" معنی "دیوتا" اور "بن" مراد جنگل سے ہے"

(تاریخ سہارن پور۔ مطبوعہ ۱۸۶۸ء صفحہ ۲۷ و ۱۶۰)

---

[1] شہر کے جنوب ومشرق میں سندری دیوی کا مشہور مندر اور تالاب بنا ہوا ہے، یہ جگہ قدیم الایام سے ہنود کی تیرتھ گاہ ہے از زمانہ قدیم میں اس کے گرد و نواح میں جنگلات تھے، جن میں جوگی اور سنیاسی وغیرہ رہتے تھے، جس جگہ پر مندر واقع ہے وہ دیوی کنڈ کے نام سے موسوم ہے، مندر کی عمارت بہت پُرانی بتلائی جاتی ہے، اگرچہ مدت کی تعین کا صحیح پتہ چل نہیں سکا، مگر کہا جاتا ہے کہ موجودہ عمارت پانسو برس سے زیادہ کی بنی ہوئی ہے، مندر سے ملحق ایک بڑا اور پُرفضا تالاب ہے جس کے گھاٹ پختہ بنے ہوئے ہیں مندر کے متصل ایک اسکول ہے جس میں سنسکرت کی تعلیم دی جاتی ہے، مندر کے متعلق ایک سالانہ میلہ (تقریباً ماہ مارچ میں) ہوتا ہے۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں ہندو مختلف اطراف و جوانب سے دیوی کی پوجا و پرستش کے لئے آتے ہیں۔

۴۔ بعض لوگ ایران کی تاریخ کے حوالہ سے ایک اور سبب تسمیہ بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ایران کے آریہ نسل باشندوں کی زبان میں لفظ "دیو" کا اطلاق وحشی اور جنگلی انسانوں پر کیا جاتا تھا، چنانچہ یہی لفظ ہندوستان میں آکر بعد کو "مہادیو" بن گیا۔ پھر ہندوستان کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی آریہ نسلوں نے ہندوستان آکر یہاں کے اصلی باشندوں کو کھلے میدانوں اور آبادیوں سے بزور شمشیر نکال کر گنجان جنگلوں اور دشوار گزار پہاڑوں میں مار بھگایا، پس چونکہ دیوبند میں جنگلات کی کثرت تھی قرین قیاس ہے کہ نو وارد آریوں نے وحشی اقوام کو اس جنگل میں بند کر دیا ہو۔"

۵۔ ایک روایت (جس کا پہلے بھی ذکر آچکا ہے) یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں دیوبند کے باشندوں کی فریاد پر آپ کے عمال نے یہاں آکر ایذا دہندہ دیوؤں کو قید کر دیا، اور دیوؤں کا یہ تقید آگے چل کر سبب تسمیہ بن گیا" چنانچہ اسی روایت کی بنا پر ایک بند کنوئیں کو دوبارہ کھودنے کے وقت ایک مہیب صورت "دیو" کا نکلنا بھی عوام الناس کی زبان پر ہے۔

تاریخی اور تحقیقی طور پر ان میں سے ہر ایک روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ روایات کے اختلاف سے تین ناموں کا تعین ہوتا ہے:۔ دیوی بلاس[۱]۔ دیوی بن[۲]۔ دیوبند[۳]۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں یہ مقام کس نام سے ملتا ہے، جہاں تک لفظ کا تعلق ہے اس میں موخر الذکر دو نام مروج ہیں۔ تاریخ سے بھی ان ہی دو ناموں کا ثبوت ملتا ہے، مگر وہ بھی بہت زیادہ قدیم نہیں، میرے اجداد میں بعض بزرگوں کے نام جہانگیر اور شاہجہاں نے جاگیریں عطا کی ہیں، ان میں دیوبند ہی تحریر ہے، آئین اکبری جو عہد اکبری کی تصنیف ہے اس میں بھی دیوبند ہی لکھا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد دوم مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۸ و ۱۴۲)

کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں زیچ الغ بیگی کا ایک مخطوطہ ہے اس کے اخیر میں تحریر ہے:۔

"ایں اوراق زیچ الغ بیگی در روز یوم السبت در قلعہ دیوبند بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الاول ۱۱۹۸ھ

صورت تحریر یافت :-

دیوبند میں ایک بزرگ قاؤ قلندر رحؒ گزرے ہیں (جن کا مزار تحصیل کے قریب ہے) ان کا زمانہ نویں صدی ہجری بتلایا جاتا ہے، ان قاؤ قلندر کا ایک شعر عام طور پر زبان زد ہے، جس میں دیوبند نظم کیا گیا ہے۔ شعر کا پہلا مصرع یہ ہے

قاؤ قلندر راست بدروازہ دیوبند

مجدد الف ثانیؒ کی سیرت زبدۃ المقامات جو اوائل گیارھویں صدی ہجری کی تصنیف ہے اس میں ایک مکتوب بنام شیخ احمد دیبنی کے ذیل میں تحریر ہے :-

" دیبن موضعی ست از مضافات سہارن پور میان دو آب "

زبدۃ المقامات مطبوعہ محمودی پریس لکھنؤ صفحہ ۳۸۴)

سنہ ۱۳۰۱ھ میں دیوبند میں ایک زبردست پلیگ پھیلا تھا۔ اس پلیگ کی تباہ کاریوں کو مولانا فضل الرحمن صاحبؒ نے فارسی میں نظم کیا ہے اس کا تاریخی نام قصۂ غم دیبن ہے۔

مذکورۂ بالا تحریری اسناد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دیبن اور دیوبند دونوں نام مدت بعید سے مروج اور زبان زد ہیں اس لئے قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں اولیت کس کو حاصل ہے تاہم ہمارے نزدیک سبب تسمیہ کی پہلی دو روایتیں زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کہ دیوی اور بن کے اشتراک نے اس کو دیوی بن کے نام سے موسوم کرا دیا اور کثرت استعمال سے دیبن اور پھر رفتہ رفتہ تصرف متکلمین سے دیوبند ہو گیا، اس روایت کے آثار و قرائن بھی پائے جاتے ہیں، یعنی دیوی کا مندر اور بن، ان میں آخری چیز ختم ہوتے ہوتے تقریباً معدوم ہو چکی ہے مگر اس کے وجود کا ثبوت (سبب تسمیہ کے علاوہ) متعدد روایات کے سبب سے "خبر متواتر" کی حیثیت رکھتا ہے، نیز دیوبند کے شمالی جانب کا ایک مقام قاضی فضل اللہ شیر کی بنی کے نام سے موسوم ہو گیا ہے، جو اسی بن کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے بصیغۂ تصغیر بنی کہلاتا ہے، اس بنی کے کچھ کچھ آثار اب بھی باقی رہ گئے ہیں۔

قدامت | دیوبند نہایت قدیم شہر ہے، مورخین اس کے زمانۂ تعمیر کی ٹھیک تعین نہیں کر سکتے لیکن اس قدر یقینی معلوم

ہوتا ہے کہ دو ہزار برس پیشتر سے آباد ہے، تاریخ اور جغرافیہ کی کتابیں ابتدائی حالات بتلانے میں بالکل خاموش اور ساکت ہیں، انیسویں صدی کے نصف آخر سے بعض حضرات نے اس کی تاریخ کی جانب توجہ کی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام مولانا فصیح الدین کا آتا ہے، انھوں نے ۱۸۶۶ء میں ضلع سہارن پور کا جغرافیہ لکھا ہے، اس میں دیوبند کے ذکر میں تحریر ہے:۔

"آبادی نہایت پرانی سمبت بکرا جیت سے پہلے کی ہے"

تاریخ ضلع سہارن پور میں (جس کا پہلے بھی ذکر گزر چکا ہے) لکھا ہے کہ:۔

"یہ قصبہ بہت قدیم ہے تخمیناً ایک ہزار برس کی آبادی بیان کرتے ہیں، ایک قلعہ بھی اس میں تھا کہ اس پر عمارت سابق کا اب نشان نہیں ہے، اب مثل ایک کھیڑے کے ہے، سرکار انگریز نے مقام تحصیل اس پر بنایا ہے اس قلعہ کے دروازہ پر ایک مسجد بہ عمارت پختہ کہنہ موجود ہے اور پیش دروازہ اس کے پتھر پر یہ عبارت اس کے سن و تاریخ کی کندہ ہے ۶۱۶ھ سلطان سکندر بن بہلول شاہ[1]" (صفحہ ۲۹ و ۱۶۰)

[1] کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اس مسجد میں جو کتبہ نصب ہے اس کی تاریخ میں بھی سخت اختلاف ہے، صاحب تاریخ سہارنپور نے ۶۱۶ھ لکھا ہے اور دیوبند میں ۶۱۰ھ پڑھا جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں صحیح نہیں ہیں، کتبہ کی عبارت یہ ہے:۔

"بنا رشد ایں مسجد جامع در عہد سلطنت سلطان سکندر شاہ بن سلطان بہلول شاہ خلد اللہ ملکہ، بحقیر مسمی کرم میاں فیروز ملک محمد لطف اللہ افغانان۔ فی تحریر رجب المرجب من سنۃ عشر و تسعمائۃ" ۹۱۰

سن کے ابھرے ہوئے حروف امتداد زمانہ سے کسی قدر شکستہ ہو گئے ہیں اور یہی غلط فہمی کا سبب ہے یہاں پر یہ جان لینا ضروری ہے کہ بادشاہ کا جو نام کندہ ہے وہ قطعاً غیر مشتبہ ہے، سکندر شاہ بن بہلول شاہ کا زمانۂ سلطنت ۸۹۴ھ سے ۹۲۳ھ تک ہے، پس یہ زمانہ متعین ہو جانے کے بعد لازمی ہے کہ اسی زمانہ میں (۸۹۴ھ سے ۹۲۳ھ) یہ مسجد تعمیر ہوئی اس لئے یقیناً یہ سن "سنۃ عشر و تسعمائۃ" ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سن مذکور کے پڑھنے میں اس قدر غلطی کیونکر ہوتی رہی؟ (بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ پر)

عربی کے مشہور ادیب مولانا ذوالفقار علیؒ اپنے رسالہ الہدیۃ السنیہ میں دیوبند کی قدامت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فکونہا قدیمۃ وقصبۃ عظیمۃ ومدینۃ	یہ ایک قدیم آبادی، بہت بڑا قصبہ اور
کریمۃ وبلدۃ فخیمۃ کانہا اول عمران	عظیم الشان شہر ہے معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوح
عمر بعد الطوفان ذات المعاهد الوسیعۃ	کے بعد کی ابتدائی بستیوں میں سے ہے اسکی عمارات
والمساجد الرفیعۃ والمعالم المشهورۃ	اور مساجد نہایت وسیع اور بلند واقع ہوئی ہیں،
والمقابر المزورۃ والآثار المحمودۃ	آثار قدیمہ اور مزارات اولیاء اللہ سے بھرا ہوا
والاخبار المسعودۃ وابنۃ مرصوصۃ	ہے، اس کے آثار محمودہ اور حالات مبارکہ مشہور
وامکنۃ مخصوصۃ	ہیں۔ اس میں پختہ مکانات اور مخصوص عمارتیں ہیں

(صفحہ ۱۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

شہر سے باہر جنوب کی جانب ایک محلہ سرائے پیرزادگان ہے، اس محلہ میں ایک کنوئیں میں سنسکرت رسم الخط کا ایک کتبہ اینٹوں پر کھدا ہوا ہے، اس کتبہ کو پڑھنے کی بیحد کوشش کی گئی مگر اینٹوں کے گھس جانے کی وجہ سے حروف صاف طور پر معلوم نہیں ہوتے، صرف نیچے کی جانب سن کا پتہ چلتا ہے، یہ ۱۱۱۹ بکرماجیت ہے۔

تقریبًا ۵۰ سال سے زائد عرصہ ہوا کہ تعمیر مکان کے سلسلہ میں ایک بہت پرانے بند کنوئیں سے ایک سنگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ کتبہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے، خط نہایت بھدا، کچا اور اصول کتابت سے گرا ہوا ہے، بایں وجہ حروف بمشکل پڑھے جاتے ہیں، اس لئے جس نے ۶۱۶ھ پڑھا (جیسا کہ تاریخ سہارنپور میں تحریر ہے) اس نے "سنۃ عشر وتسعمائۃ" میں "سنۃ" (سن) کو "ستۃ" ۶ سمجھ لیا، "تسعمائۃ" ۹۰۰ میں (جو تسع اور مائۃ کو ملا کر لکھا ہوا ہے) "ت" کا شوشہ نمایاں نہیں ہے اس لئے "تسعمائۃ" کی "ع" کی علامت کو "ستمائۃ" ۶۰۰ کی "ت" کا شوشہ تصور کر کے "ستۃ عشر وستمائۃ" سمجھ لیا گیا۔ اور جن لوگوں نے ۶۱۰ھ پڑھا ہے وہ "سنۃ" کی غلطی سے تو محفوظ رہے مگر تسعمائۃ ۹۰۰ میں اُن کو بھی وہی غلط فہمی ہوئی جو صاحب تاریخ سہارنپور کو ہوئی ہے۔ ۶۱۰ھ اور ۶۱۶ھ سکندر شاہ کا نہیں بلکہ سلطان شمس الدین التمش کا زمانۂ سلطنت ہے۔ (م، رضوی)

کتبہ برآمد ہوا تھا جس کو سکندر اعظم کے زمانہ کا بتایا جاتا ہے، اس کتبہ کو برآمدگی کے فوراً بعد ہی ماہرین آثار قدیمہ لے گئے، معلوم نہیں کہ اب کہاں ہے، اگر یہ کتبہ ہاتھ آتا تو شاید مزید انکشاف ہو سکتا تھا

یہاں ایک قلعہ راجگان ہستناپور کے زمانہ کا بیان کیا جاتا ہے، سلطان سکندر شاہ کے عہد میں حسن خاں صوبہ دار نے قدیم عمارت کو مسمار کرا کر از سر نو پختہ اینٹوں کا تعمیر کرایا تھا حسن خاں کے نام کی نسبت سے قلعہ کا مقام اب تک حسن گڈھ کہلاتا ہے، اس قلعہ کے متعلق آئین اکبری میں ہے کہ:-

"قلعۂ دیوبند از خشت پختہ دارد"

(آئین اکبری جلد دوم مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۴۲)

قلعہ اور اس کی عمارتوں کا اب کوئی نشان نہیں ملتا، صرف ایک اونچا مقام ہے جس پر زیادہ تر سرکاری عمارتیں یعنی تحصیل، ڈاکخانہ، عدالت منصفی، دفتر رجسٹری اور اسکول بنے ہوئے ہیں، یہی وہ قلعہ ہے جس میں بعض لوگ دیوؤں کا مقید کیا جانا بیان کرتے ہیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ ایسے قدیم شہر کی ابتدائی اور ضروری تاریخ کا خاطر خواہ انکشاف نہیں ہوتا۔